حضرت علی علیہ السلام کے

خطبات وارشادات

کی روشنی میں

عدل وانصاف اور انسانی حقوق کا نظام

پروفیسر شاہ محمد وسیم
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ، علی گڑھ

دنیا نے بہت سی حکومتیں اور حکمراں دیکھے ہیں ان میں سے بعض ایسے تھے جنہوں نے حق وانصاف قائم کرنے کی کوشش کی۔ دنیا نے انہیں سراہا ان کی آواز پر لبیک کہا۔ ان میں ایسے بھی تھے جن کے دور حکومت میں ملک و معاشرہ صعوبتوں اور مفلوک الحالیوں میں گرفتار ہوتا چلا گیا لیکن ان کے محل آباد ہوتے گئے ار تجوریاں بھرتی گئیں۔ ایک ایسا بھی تھا جس نے یہ اعلان کیا کہ:

"کیا میں اس بات پر خوش ہو جاؤں کہ مجھے امیر المومنین کہا جاتا ہے مگر میں مومنوں کی مصیبت میں ان کا شریک حال نہ ہوں (اور) روکھی سوکھی زندگی میں ان کے لئے نمونہ عمل نہ بنوں! مجھے اس لئے تو پیدا نہیں کیا گیا ہے کہ اچھے کھانوں میں میرا دل اس بندھے ہوئے چوپائے کی طرح اٹکا رہے جسے اپنے چارے دانے کے سوا کوئی فکر نہیں ہوتی! یا میں ان کھلے ہوئے جانوروں کی طرح ہو جاؤں جن کا کام بس چرنا ہے، گھاس

سے پیٹ بھر لینا ہے اور ماسوا سے غافل رہنا ہے۔ کیا میرے لئے یہ مناسب ہے کہ یوں ہی بے مطلب، بے فائدہ عبث زندگی بسر کروں۔۔۔"[1]

اور یہ کہ:

"خدا کی قسم! مجھے سعدان کے کانٹوں پر جاگتے ہوئے رات گذارنا اور طوق وزنجیر میں مقید ہو کر گھسیٹا جانا اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ میں نے کسی بندہ پر ظلم کیا ہو یا مال دنیا میں سے کوئی چیز غصب کی ہو۔ میں اس نفس کی خاطر کیونکر کسی پر ظلم کر سکتا ہوں جو جلد ہی فنا کی طرف پلٹنے والا اور مدتوں تک مٹی کے نیچے پڑا رہنے والا ہے"[2]

آپ نے ایک حکمراں کی ذمہ داریوں کی نشاندہی ابن عباس کو مخاطب کر کے اس طرح کی:

(اے ابن عباس! تمہارے خیال میں بھلا) اس جوتی[3] کی کیا قیمت ہو گی؟ (ابن عباس نے کہا) اس کی قیمت (ہی کیا) کچھ بھی نہیں! حضرت علیؑ نے فرمایا: "بخدا یہ جوتی مجھے تم لوگوں کی حکومت و سلطنت سے زیادہ پیاری و عزیز ہے۔ ہاں۔ اگر (اس سے) میں کسی حق کو قائم یا کسی باطل کو دفع کر سکوں تو خیر۔"[4]

اور بقول جارج جرداق سے علیؑ "کی تمام تر توجہ مساوات و عدل کے قوانین کو (موثر طور پر) بروئے کار لانے پر مرکوز تھی۔ ان کے خیالات اور انداز (حکومت) اور ان کی حکومت اور اس کی تمام تر پالیسی، سبھی اس مقصد کے حصول کے لئے وقف تھے۔ جب کبھی بھی کسی ظالم نے عوام کے حقوق کی پائمالی کی یا کسی کمزور سے تحقیر آمیز اور یہ اختیار کیا یا ان کی فلاح و بہبود کو نظر انداز کیا اور اپنا بوجھ ان کے کمزور کاندھوں پر لادنا چاہا، علیؑ ان

سے سختی سے نبٹتے۔"

"...ان کا مرکزی نقطہ خیال یہ تھا کہ جبر و تشدد کا خاتمہ ہونا چاہئے اور عوام کے مابین طبقاتی بھید بھاؤ کو ختم کیا جانا چاہئے۔ جس نے بھی علیؑ کی معرفت حاصل کرلی ہے اور ان کے اقوال کو سنا ہے اور انسانی بھائی چارہ سے متعلق ان کے یقین و نظریات کو سمجھا ہے، اسے معلوم ہے کہ وہ ظالموں کی گردنوں پر جھکی ہوئی تلوار تھے۔"

علیؑ چاہتے تھے کہ "... کسی ایک گروہ کو کسی دوسرے گروہ پر (بلاوجہ) فوقیت حاصل نہ ہو اور ہر شخص کو وہی ملے جس کا وہ مستحق ہے۔ ان کی آواز (حق) تسلسل کے ساتھ نفاذ عدل کے لئے بلند ہوتی رہی..." ۵

اور تاریخ و واقعات شاہد ہیں کہ علیؑ اسی مقصد کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ آپ نے اعلان فرمایا:

"ذلیل شخص میرے نزدیک عزیز ہے جب تک کہ میں اس کے لئے (اسکا) حق لے لوں! قوی میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسرے کا حق (اس کے لئے) چھین لوں" ۶

اور یہ کہ:

"اے لوگو! اپنی نفسانی خواہشوں کے مقابلے میں میری اعانت کرو۔ خدا کی قسم! میں مظلوم کا بدلہ ظالم سے لوں گا۔ اور ظالم کی ناک میں نکیل ڈال کر اسے سرچشمۂ حق تک کھینچ کر لے جاؤں گا۔ اگرچہ اسے یہ ناگواری کیوں نہ گذرے۔ ۷

انسانی حقوق کو جاری و ساری کرنے والے اس امام نے ایک بہترین عدل و انصاف پر مبنی حکومت قائم کی۔ جسٹس امیر علی نے ظالم کی ضربت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ

"اس نے اسلام کی امیدیں منقطع کردیں"۔ وہ حکمراں تھے مگر عوام کے دکھ درد میں شامل۔ انہیں کی طرح ایک عام زندگی بسر کرنے والے مگر حق وانصاف کا بول بالا کرنے والے۔ عوام کی مصیبتوں کا خیال رکھنے والے۔ حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا۔

"اگر میں چاہتا تو آسانی سے اس شہر مصفٰی سے اور گیہوں کے خلاصے سے اس نرم ریشم سے تن آسانیاں مہیا کر سکتا تھا۔ مگر یہ کہاں ممکن ہے؟ خواہش مجھے مغلوب نہیں کر سکتی ہے اور حرص اپنے کھانوں پر رجھا نہیں سکتی۔ جب کہ حجاز میں یا یمامہ میں شاید کوئی ایسا ہو جسے ایک روٹی کی بھی امید نہ ہو، جس نے کبھی شکم سیری جانی ہی نہ ہو۔ کیا یہ ہو سکتا ہے میں شکم سیر ہوں اور میرے گرد بھوکے پیٹ اور پیاسے جگر بلبلا رہے ہوں؟[8]

اور یہ کہ:

"... بارالٰہا! تو خوب جانتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہم سے (جنگ وپیکار کی صورت میں) ظاہر ہوا اس لئے نہیں تھا کہ ہمیں تسلط واقتدار کی خواہش تھی یا مال دنیا کی طلب تھی بلکہ یہ (سب) اس لئے تھا کہ ہم دین کے نشانات ان کی جگہوں پر) پلٹائیں اور تیرے شہروں میں امن و بہبودی کی صورت پیدا کریں تاکہ تیرے ستم رسیدہ بندوں کو کوئی کھٹکا نہ رہے اور تیرے وہ احکام (پھر سے) جاری ہو جائیں جنہیں بے کار بنا دیا گیا ہے۔"[9]

حقوق انسانی کی پامالی کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ حکام کنبہ پروری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ حق وانصاف کا آوازہ تو بلند کرتے ہیں لیکن جب بھی اپنی اولاد، بھائی یا اعزا سامنے ہوتے ہیں تو قوت فیصلہ جواب دے جاتی ہے اور داد و دہش، معاملات اور فیصلہ سب کا جھکاؤ انہیں کی طرف ہوتا ہے۔ اس طرح بے ایمانی اور بے راہروی کے لئے راہیں ہموار ہونے لگتی ہیں اور رفتہ رفتہ سارا معاشرہ ان کی چپیٹ میں آجاتا ہے اور مظلوموں، بے

سہارا اور کمزور طبقہ کے افراد کے حقوق پامال ہوتے رہتے ہیں۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے اپنے بھائی عقیل کو جو ان سے بیت المال سے بوجہ فقر و فاقہ کچھ طلب کررہے تھے منع فرمایا اور اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا:

"بخدا میں نے (اپنے بھائی) عقیل کو سخت فقر و فاقہ کی حالت میں دیکھا یہاں تک کہ تمہارے (حصہ کے) گیہوں میں سے ایک صاع مجھ سے مانگتے تھے اور میں نے ان کے بچوں کو بھی دیکھا جن کے بال بکھرے ہوئے اور فقر و بے نوائی سے رنگ تیرگی مایل ہو چکے تھے گویا ان کے چہرے جیسے نیل چھڑک کر سیاہ کردئے گئے ہیں۔ وہ اصرار کرتے ہوئے میرے پاس آئے اور اس بات کو بار بار دھرایا۔ میں نے ان کی باتوں کو کان دے کر سنا تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ میں ان کے ہاتھ اپنا دین بیچ ڈالوں گا۔ اور اپنی روش چھوڑ کر ان کی کھینچ تان پر ان کے پیچھے ہو جاؤں گا۔ مگر میں نے کیا کیا کہ ایک لوہے کے ٹکڑے کو تپایا اور پھر ان کے جسم کے قریب لے گیا تاکہ عبرت حاصل کریں۔ چنانچہ وہ اس طرح چیخے جس طرح کوئی بیمار درد و کرب سے چیختا ہے اور قریب تھا کہ ان کا بدن اس تپتے ہوئے لوہے کے ٹکڑے سے جل جائے۔ پھر میں نے ان سے کہا: اے عقیل رونے والیاں تم پر روئیں کیا تم اس لوہے کے ٹکڑے سے چیخ اٹھے ہو جسے ایک انسان نے... (بغیر جلانے کی نیت کے) تپایا جبکہ تم مجھے اس آگ کی طرف کھینچ رہے ہو جسے خدائے قہار نے اپنے غضب سے بھڑکایا۔ تم تو اذیت سے چیخو اور میں جہنم کے شعلوں سے نہ چلاؤں..." [۱۰]

حقوق کی پامالی کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ حکمراں لوگوں کی امداد حاصل کرنے کی غرض سے کسی خاص طبقہ یا بعض افراد پر ظلم اور زیادتی کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جو اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ خود حکمراں کے خلاف پڑتے ہیں۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ

بیشتر افراد کوتاہ بین ہوتے ہیں اور دوررس نتائج سے بے خبر گروہوں کے عروج وزوال کو اس بیان کی روشنی میں سمجھ کر عبرت حاصل کی جاسکتی ہے۔

امیر المومنین نے ارشاد فرمایا:

"کیا تم مجھ پر یہ امر عائد کرنا چاہتے ہو کہ میں جن لوگوں کا حاکم ہوں ان پر مظالم وزیادتی کر کے (کچھ لوگوں کی امداد) حاصل کروں۔ تو خدا کی قسم جب تک دنیا کا قصہ چلتا رہے گا اور کچھ ستارے دوسرے ستاروں کی طرف جھکتے رہیں گے میں اس چیز کے قریب بھی نہیں بھٹکوں گا۔ اگر یہ خود میرا مال ہوتا جب بھی میں اسے سب میں برابر برابر تقسیم کر دیتا چہ جائیکہ یہ مال اللہ کا مال ہے۔ دیکھو! بغیر کسی حق کے داد و دہش کرنا بے اعتدالی اور فضول خرچی ہے اور یہ اپنے مرتکب کو دنیا میں تو بلند کر دیتی ہے لیکن آخرت میں پست کر دیتی ہے اور لوگوں کے اندر عزت میں اضافہ کرتی ہے مگر اللہ کے نزدیک ذلیل کرتی ہے جو شخص بھی مال کو بغیر استحقاق کے 'نااہل افراد کو دے گا۔ اللہ اسے ان کے شکریہ سے محروم ہی رکھے گا اور انکی دوستی و محبت بھی دوسروں ہی کے حصے میں رہ جائے گی اور اگر کسی دن اسکے پیر پھسل جائیں (یعنی فقر و تنگدستی اسے گھیر لے) اور انکی امداد کا محتاج ہو جائے تو وہ اس کے لئے بہت ہی برے ساتھی اور کمینے دوست ثابت ہوں گے۔[۱۱]

کیونکہ جیساکہ حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا ہے اگر حاکم اپنی خواہشوں پر چلنے لگے تو بہت سا انصاف اس سے رہ جائے گا۔ تمہیں [۱۲] ایسا ہونا چاہئے کہ حق میں سب لوگ تمہارے سامنے برابر رہیں ناانصافی میں انصاف کا کوئی عوض نہیں ہو سکتا! تم ان سب باتوں سے پرہیز کرو جو تمہیں دوسروں میں بری معلوم ہوں..."[۱۳]

انسانی حقوق کی پامالی اور ان کی اندیکھی اس وجہ سے بھی ظہور پذیر ہوتی ہے کہ

رشتہ دار مصاحب اور پایہ تخت سے قربت رکھنے والے مظلومانہ کئے جاتے ہیں اور دولت واقتدار کے بلا استحقاق حامل بنتے جاتے ہیں اور پھر عدل وانصاف کی پامالی کے ساتھ ساتھ حقوق کی پامالی ہوتی رہتی ہے اور نتیجتاً ظلم کا بول بالا ہوتا ہے۔ مالک اشتر کو مصر کا گورنر بنایا تو اپنے مکتوب (دستور حکومت) میں لکھ بھیجا:

"خبردار! کسی مصاحب یا رشتہ دار کو جاگیر نہ دینا۔ ایسا کروگے تو یہ لوگ رعایا پر ظلم کریں گے۔ خود فائدہ اٹھائیں گے اور دنیاو آخرت میں مخلوق خدا کی بدگوئی تمہارے سر پڑے گی۔"

"حق کسی کے خلاف پڑے اس پر حق ضرور نافذ کرنا چاہئے، چاہے تمہارا عزیز قریب ہو یا غیر، اس بارے میں تمہیں مضبوط اور ثواب خداوندی کا آرزومند رہنا ہوگا۔ حق کا وار خود تمہارے رشتہ داروں اور عزیز ترین مصاحبوں ہی پر کیوں نہ پڑے تمہیں خوشدلی سے گوارہ کرنا ہوگا۔"[۱۴]

لہٰذا حقوق کا عوام میں بہم پہونچانا حکمراں اور عمال حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ عمال دیانتداری سے اپنے فرائض کی انجام دہی کریں۔ امانت لوگوں کو پہونچادیں۔ خیانت اور رشوت کے مرتکب نہ ہوں ورنہ برائی اور رشوت خوری عام ہو کر رہ جائے گی اور نتیجتاً حقوق انساں کی پامالی ہوگی اور سامنے آئیں گے ظالم بد کردار بددیانت اور خائن لوگ۔ یہ جتنا اپنے عزائم میں بڑھتے جائیں گے اتنا ہی معاشرہ فاسد وبدبودار ہوتا جائے گا۔ لہٰذا حضرت علیؑ نے عمال حکومت کو یہ کہہ کر خبردار کیا۔

"قسم کھاتا ہوں اللہ کی سچی قسم کہ مسلمانوں کے مال میں تیری ذرا سی خیانت بھی سن لوں گا تو ایسی سختی سے پیش آؤں گا کہ تو بے سروسامان ہو کر رہ جائے گا تیری

پیٹھ بوجھل ہو جائے گی اور تو کہیں کا بھی نہ رہے گا۔ ۱۵

(یہاں یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ مسلمانوں کے مال" کا اطلاق معاشرہ میں رہنے والے ہر فرد پر ہوتا ہے۔ چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم حق وانصاف اس کا حق ہے۔ اس امر میں حکمراں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے بے اعتدالی بد عنوانی کرنے والے ہر افسر و عمال پر نظر رکھنا اور ضرورت پڑنے پر سزا دینا بھی اس کی ذمہ داری ہے)

آپ نے ایک عہدہ دار کے نام ایک مکتوب میں لکھا کہ:

"...جب خیانت نے موقع دیا تو تم نے جست لگائی اور امت کا وہ سب مال اڑالیا جس تک تمہارا ہاتھ پہنچ سکا۔ حالانکہ یہ مال امت کی بیواؤں اور یتیموں کے لئے رکھا گیا تھا تم امت کے مال پر اس طرح جھپٹ پڑے جس طرح تیز طرار بھیڑیا زخمی و مجبور بکری کو چھاپ پڑتا ہے..."

...کیوں نہ ایسا ہو کہ اب بھی تو خدا سے ڈرے اور امت کو اس کا مال لوٹا دے اگر تو یہ نہیں کرے گا۔ تو میں اپنی تلوار سے تجھے ماروں گا جس کی ضرب جس کسی پر بھی پڑی وہ دوزخ کا ہو رہا..."

"قسم خدا کی اگر حسنؑ اور حسینؑ بھی وہ کرتے جو تو نے کیا ہے تو ہرگز مجھ سے رعایت نہ پاتے۔ ہرگز کسی طرح کی نرمی نہ دیکھتے یہاں تک خدا کا حق ان سے اگلوا لیتا اور ان کے ظلم سے پیدا ہونے والے باطل کو مٹا دیتا۔" ۱۶

آج حکمراں اور عمال حکومت تحف تحائف کے نام پر رشوت لینے دینے کے مرتکب ہو رہے ہیں دعوتوں کے نام پر اثر رسوخ قائم کئے جا رہے ہیں، بد عنوانیوں اور بے اعتدالیوں کا دور دورہ ہے۔ حقوق مٹ رہے ہیں ظالم سر چڑھ رہا ہے اس طرح کے

طور طریقوں کو سمجھنا ہے تو مولا کے مندرجہ ذیل بیان کی روشنی میں غور وفکر کیا جانا چاہیئے اور لائحہ عمل مرتب کیا جانا چاہیئے تاکہ حقوق قائم ودائم ہو سکیں۔

"...ایک شخص (اشیث ابن قیس) رات کے وقت شہد میں گندھا ہوا حلوہ ایک سر بند برتن میں لئے ہوئے ہمارے گھر پر آیا مجھے اس حلوہ سے ایسی نفرت محسوس ہوئی جیسے وہ سانپ کے تھوک یا اس کی قے میں گوندھا گیا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ کس بات کا انعام ہے یا زکوۃ ہے یا کہ صدقہ ہے جو ہم اہلبیت پر حرام ہے تو اس نے کہا کہ صدقہ وخیرات نہیں بلکہ یہ تحفہ ہے تو میں نے کہا کہ پژمردہ عورتیں تجھ پر روئیں کیا تو دین کی راہ سے مجھے فریب دینے کے لئے آیا ہے؟ کیا تو بہک گیا ہے؟ یا پاگل ہو گیا ہے؟ یا یونہی ہذیان بک رہا ہے خدا کی قسم اگر ہفت اقلیم ان چیزوں سمیت جو آسمانوں کے نیچے ہیں مجھے دے جائیں کہ صرف اللہ کی اتنی معصیت کروں کہ میں چیونٹی سے جو کا چھلکا چھین لوں تو کبھی ایسا نہ کروں گا۔ یہ دنیا میرے نزدیک اس پتی سے بھی زیادہ بے قدر ہے جو ٹڈی کے منہ میں ہو کہ جسے وہ چبا رہی ہو، علیؑ کو فنا ہونے والی نعمتوں اور مٹ جانے والی لذتوں سے کیا واسطہ۔ ہم عقل کے خواب غفلت میں پڑ جانے اور لغزشوں کی برائیوں سے خدا کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور اسی کے مدد کے خواستگار ہیں۔"[۷]

مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں ایسے حکمراں کے عمال حکومت کو کیا ہونا چاہیئے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ حضرت علیؑ کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ وہ گھر جہاں روسا وامراء تو دعوتوں میں بلائے جاتے ہوں مگر غرباء ومساکین کو دھتکارا جاتا ہو وہاں انکے گورنر وافسران جائیں البتہ جس غذا کی حلت کا اطمینان ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت علیؑ کو جب معلوم ہوا کہ ان کے گورنر (ابن حنیف) نے ایک معمولی

شخص کی دعوت قبول کی اور اس میں شامل ہوئے تو آپ نے انہیں لکھ بھیجا۔

"اما بعد! ابن حنیف مجھے معلوم ہوا ہے کہ بصرہ کے ایک بے فکرے نے تمہیں دعوت دی اور تم دوڑ پڑے۔ قسم قسم کے کھانے تھے۔ تم مزے لے لے کے کھاتے تھے اور تمہارے آگے قابوں پر قابیں بڑھائی جاتی تھیں۔

میں نہیں سمجھتا کہ تم ایسے لوگوں کی دعوت قبول کروگے جن کے دروازے سے محتاج دھتکارے جاتے ہیں اور جن کے دستر خوان پر صرف مالدار بلائے جاتے ہیں۔

اب سوچو! اس دعوت میں تم نے کیا کھایا ہے؟ جس کھانے کی حلت مشتبہ ہو اسے قے کر کے نکال ڈالو۔ اور جس کی حلت کا اطمینان ہو تو خیر کوئی مضائقہ نہیں۔" ۱۸

حقوق انسانی کو جاری وساری رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے حاکم میں حساسیت ہو، خود اپنی ذات کو نمونۂ عمل بنائے اور لوگوں پر ظلم نہ کرے: امام حسنؑ کے لئے وصیت نامے میں حضرت علیؑ نے لکھا:

"اے فرزند! اپنے اور دوسروں کے درمیان خود اپنی ذات کو میزان بناؤ۔ جو بات تمہیں اپنے لئے پسند ہے وہی ان کے لئے بھی پسند کرو اور جو بات خود اپنے لئے تم ناپسند کرتے ہو ان کے حق میں بھی ناپسند کرو۔ کسی پر ظلم نہ کرو کیونکہ دوسرے کا ظلم تم اپنی ذات پر نہیں چاہتے۔ لوگوں کی جو باتیں ناپسند ہوں وہ اپنے لئے بھی ناپسند کرو..." ۱۹

اس کے علاوہ حقوق انسانی کے سلسلے میں امیر المومنین کے مکتوبات ہی سے درج ذیل اقتباسات پر بھی غور وفکر کرنا چاہیئے۔

"پھر اللہ اللہ ادنیٰ طبقے کے معاملے میں۔ یہ لوگ وہ ہیں جن کا کوئی سہارا نہیں فقیر مسکین محتاج قلاش، اپاہج، ان میں ایسے بھی ہیں جو ہاتھ نہیں پھیلاتے مگر خود صورت سوال

ہیں۔ان لوگوں کے بارے میں جو فرض تمہیں سونپا ہے اس پر نگاہ رکھنا اسے تلف نہ ہونے دینا۔ بیت المال میں ایک حصہ انکے لئے خاص کر دینا اور اسلام کی جہاں جو باقی جائیداد موجود ہے اس کی آمدنی میں ان کا بھی حصہ رکھنا۔انمیں سے کون دور ہے کون نزدیک ہے ۲۰؟ یہ نہ دیکھنا دور و نزدیک سب کا حق برابر ہے ور ہر ایک حق کی ذمہ داری تمہارے (مالک اشتر کے) سر ڈال دی گئی ہے۔"

"ان میں ایسے بھی ہوں گے جو تمہارے پاس پہنچ نہیں سکتے۔ انہیں نگاہیں ٹھکراتی ہیں اور لوگ ان سے گھن کھاتے ہیں۔ان کی خبر گیری بھی تمہارا کام ہے۔ان کے لئے بھروسے کے آدمیوں کی خدمات حاصل کر دینا مگر یہ آدمی ایسے ہوں جو خوف خدا رکھتے ہوں اور دل کے خاکسار ہوں۔ یہ لوگ ان بیکسوں کے معاملات تمہارے سامنے لایا کریں اور تم وہ کرنا کہ قیامت کے سامنے تمہیں شرمندہ نہ ہونا پڑے۔یاد رکھو کہ رعایا میں ان غریبوں سے زیادہ انصاف کا مستحق کوئی نہیں۔"۲۱

۲۔"اور تم (مالک اشتر) اپنے وقت کا ایک حصہ فریادیوں کے لئے خاص کر دینا سب کام چھوڑ کر ان سے ملا کرنا۔ایسے موقع پر تمہاری مجلس عام رہے جس کا جی چاہے بے دھڑک چلا جائے اس مجلس میں تم خدا کے نام پر خاکسار بن جانا۔ فوجیوں،امیروں اور پولیس والوں سے مجلس کو بالکل خالی رکھنا تاکہ آنے والے دل کھول کر اپنی بات کہہ سکیں کیونکہ میں نے (حضرت علیؑ نے) پیغمبر کو بار بار کہتے سنا ہے کہ اس امت کی بھلائی نہیں ہو سکتی جس میں کمزوروں کو طاقت ور سے پورا حق دلایا نہیں جاتا"۲۲

مندرجہ بالا الفاظ اس طرف نشاندہی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ حقوق پامال ہوں یا افراد تک پہونچ نہ رہے ہوں تو فریادیوں کو شکایت پہونچانے کا حق ہونا چاہئے۔

شکایتیں آزادانہ بیان ہوں اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ حاکم کی مجلس عام ہو اور یہ فوجیوں افسروں اور پولیس والوں سے خالی ہو اور حکومت کمزوروں اور بے سہارا لوگوں سے حقوق کی ضامن ہو۔

۳۔ خبر دار! ناحق خون نہ بہانا کیونکہ خونریزی سے بڑھ کر بدانجام نعمت کاڑھانے والا اور قوت کو ختم کرنے والا کوئی کام نہیں۔ قیامت کے دن جب خدا کا دربار لگے گا تو سب سے پہلے خون ناحق ہی کے مقدمے پیش ہوں گے اور خدا فیصلہ کرے گا نیز تمہارے اس عمل سے حکومت طاقتور نہیں ہوتی بلکہ کمزور پڑ کر مٹ جاتی ہے۔ ۲۳

۴۔ لڑائی میں تم پہل نہ کرو بلکہ دشمن کو پہل کرنے دو... (جنگ صفین شروع ہونے سے پہلے فوج کو وصیت کی).... اگر بحکم خدا دشمن کو شکست ہو تو نہ بھاگنے والے کو قتل کرنا اور نہ ہتھیار ڈال دینے والے کو، نہ کسی زخمی کو مارنا۔ نہ کسی عورت کو ستانا اگرچہ وہ تمہیں گالیاں دیں اور تمہارے افسروں کو کوسیں۔" ۲۴

اسی طرح حضرت علیؑ نے غیر مسلموں مشرکوں، مجوسیوں، عیسائیوں غرضکہ سبھی کے ساتھ انصاف سے پیش آنے اور انہیں ان کے عقائد کے رو سے زندہ رہنے کی آزادی عطا کی۔ ابن عباس گورنر بصرہ (عراق) کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا۔

"مجھے خبر ملی ہے کہ اے عبداللہ! تو بنی تمیم کے مقابلے میں شیر بن گیا ہے اور ان پر تیری سختیاں جاری ہیں... لہٰذا ابن عباس خدا کی رحمت ہو تجھ پر! اپنی زبان سے اور ہاتھ سے خیر و شر میں ہشیار رہ کیونکہ میری طرف سے تو حاکم ہے اور تیرے کاموں کی ذمہ داری مجھ پر بھی ہے۔ میرے حسن ظن کے مطابق ثابت ہو۔ تجھ سے میرا حسن ظن کمزور نہ پڑنے پائے۔ والسلام" ۲۵

اسی طرح ایک عہدہ دار کی شکایت سن کر اسے لکھا۔

" تمہارے علاقہ کے زمینداروں نے تمہاری سختی سنگ دلی تحقیر، بے پروائی کی شکایت کی ہے مشرک سہی مگران سے بے پروائی برتنا بھی ٹھیک نہیں تھا۔ توتم ایسا کرو کہ ان کے لئے نرمی کالباس پہن لو..." ۲۶

ایک عہدہ دار سے یہ کہہ کر حساب طلب کیا کہ:

" مجھے ایک خبر ملی ہے اگر سچی ہے تو تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کرلیا ہے۔ اپنے امام کی نافرمانی کی ہے۔ اپنی امانت گنوادی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ تم نے ملک اجاڑ دیا ہے کچھ تمہارے پاؤں کے نیچے تھا اسے ہتیا لیا ہے اور جو کچھ تمہارے ہاتھ میں تھا اسے ہڑپ گئے ہو لہذا اپنا حساب میرے پاس بھیجو اور یقین کرو خدا کا حساب آدمیوں کے حساب سے کہیں زیادہ خوفناک ہے۔" ۲۷

فوجی افسروں کو حضرت علیؑ نے ہدایت کی کہ:

"خدا کے بندے علیؑ امیرالمومنین کی طرف سے سرحدی سپہ سالاروں کے نام: اما بعد! والی کا فرض ہے اگر اسے کوئی بڑائی ملی ہے اور کوئی درجہ حاصل ہوا ہے تو اس وجہ سے کہ رعایا ساتھ ایثار کا برتاؤ نہ بدلے بلکہ خدا کی نعمتیں جتنی زیادہ ہوتی جائیں اسی قدر خدا کے بندوں سے اس کی نزدیکی اور اپنے بھائیوں سے اس کی محبت وہمدردی بڑھتی چلی جائے۔" ۲۸

خراج کے افسروں کو ہدایت کی کہ "پس اپنے معاملے میں لوگوں سے انصاف کرو۔ اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے میں برداشت سے کام لو۔ تم رعایا کے خزانچی ہو، امت کے وکیل ہو۔ اماموں کے سفیر ہو، کسی کو بھی اس کی ضرورت سے نہ روکو؛ خبردار!

ایسا نہ ہو کہ لوگ خراج ادا کرنے کے لئے اپنے گرمی جاڑے کے کپڑے اپنی روزی کے مویشی اور غلام بیچنے لگیں۔ پیسے کے لئے کسی کو کوڑے نہ لگائے جائیں۔ کسی کا مال، چاہے مسلمان ہو یا معاہد، نہ چھونا مگر ہاں یہ کہ اس کے پاس گھوڑا یا ہتھیار ہوں جس سے اہل اسلام کے لئے کمک پہونچاتا ہے تو بیشک کسی مسلمان کے لئے روا نہیں ہے کہ ایسی چیزیں دشمنان اسلام کے ہاتھ میں چھوڑدے کہ ان سے اسلام کو نقصان پہنچے۔ آپس میں ہمیشہ خیر خواہی کرتے رہو۔ فوج سے نیک برتاؤر جاری رکھواور رعایہ کی مدد کرتے رہو۔" ۲۹

فوجیں گزرتی ہیں تو اکثر بد عنوانیوں کی شکایت کانوں تک پہونچتی ہے۔ اس لئے حکمرانوں وزیروں اور افسروں کی ذمہ داری ہے کہ ان تمام امور سے فوجیوں کو روکا جائے جو شکایت کا باعث بنتے ہیں حضرت علیؑ نے عمال حکومت کے نام اس ضمن میں فرمان جاری کیا کہ:

"اللہ کے بندے علی امیر المومنین کی طرف سے ان تحصیلداروں کے نام جن کے علاقہ سے فوج گزرے گی۔

اما بعد! میں نے فوجیں روانہ کی ہیں یہ فوجیں انشاء اللہ تمہارے علاقوں سے گزریں گی فوجوں کو تاکید کردی ہے اور بتایا ہے کہ خدا انہیں انسانوں کو اذیت دینے اور شرارت کرنے سے منع فرما چکا ہے اور تم بھی سن لو کہ میں تمہارے اور ذمیوں کے معاملے میں فوج کی زیادتیوں سے بری الذمہ ہوں... فوج کی طرف سے کوئی ظلم وزیادتی یا ایسی بات ہو جو تمہیں بے بس کر ڈالے تو مجھے خبر کرنا..." ۳۰

حق اور انصاف کے معاملے میں امیر المومنین کے خطبات، مکتوبات اور اقوال پر غور وفکر کرنے کی ضرورت آج کل سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ وہ خدا کے بندوں کو عدل

وانصاف کے سایہ تلے پروان چڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے ان کا یہ اعلان کہ "دوسروں کا غلام نہ بن کہ خدانے تجھے آزاد پیدا کیا ہے" (لا تکن عبد غیرک) تمام تر صعوبتوں اور تکلیفوں کا علاج ہے اور حقوق انسانی کی بقاو حفاظت کی ضمانت بھی ہے۔

حوالے:

۱۔ نہج البلاغہ مرتبہ انصار حسین مالی احباب پبلیشرز لکھنو ۱۹۸۲ مکتوب نمبر ۴۵ ص ۸۰۷

۲۔ خطبہ ۲۲۱، ایضاً ص ۶۸۴

۳۔ امیر المومنین ذی قار پر اپنی بوسیدہ جوتی ٹانک رہے تھے کہ ابن عباس کا گزر ہوا تو حضرت علیؑ نے ان سے استفسار کیا۔

۴۔ ایضاً خطبہ نمبر ۳۴ ص ۱۸۵

۵۔ Gerge Jurdac The Voice of Human Justice (Tr.M..Fazal Haq)Ansariyan Pablications,Qum. Iran 1990 .P.84

ترجمہ از مصنف

۶۔ ایضاً خطبہ ۳۸ ص ۱۹۹

۷۔ ایضاً خطبہ ۱۳۴ ص ۴۲۷

۸۔ ایضاً خطبہ ۴۵ ص ۸۰۷۔۸۰۶

۹۔ ایضاً خطبہ ۱۲۹ ص ۴۲۰۔۴۱۹

۱۰۔ ایضاً خطبہ ۲۲۱ ص ۶۸۴

۱۱۔ ایضاً خطبہ ۱۲۴ ص ۴۰۶

۱۲۔ مالک اشتر کو، جنھیں حضرت علیؑ کا گورنر بنایا تو دستور حکومت بھی ساتھ کر دیا تھا۔

۱۳۔ ایضاً مکتوب ۵۹ ص ۸۴۹

۱۴۔ ایضاً مکتوب ۵۳ ص ۸۳۹

۱۵۔ ایضاً مکتوب ۲۰ ص ۷۴۶

۱۶۔ایضاً مکتوب ۴۱ص ۷۹۹
۱۷۔ایضاً خطبہ ۲۲۱ص ۶۸۴
۱۸۔ایضاً مکتوب ۴۶ص ۸۰۴
۱۹۔ ایضاً مکتوب ۴۰ص ۷۹۷
۲۰۔ایضاً مکتوب ۵۳ص ۸۳۴
۲۱۔ایضاً مکتوب ۵۳ص ۸۳۵
۲۲۔ایضاً مکتوب ۵۳ص ۸۳۶
۲۳۔ایضاً مکتوب ۵۳ص ۸۴۱
۲۴۔ایضاً مکتوب ۱۴ص ۷۴۰
۲۵۔ایضاً مکتوب ۱۸ص ۷۴۵
۲۶۔ایضاً مکتوب ۱۹ص ۷۴۶
۲۷۔ایضاً مکتوب ۴۰ص ۷۹۷
۲۸۔ایضاً مکتوب ۵۰ص ۸۱۵
۲۹۔ایضاً مکتوب ۵۱ص ۸۱۷۔۸۱۶
۳۰۔ایضاً مکتوب ۶۰ص ۸۵۰